انھیں ٹھیک اور مناسب طریقے سے موقعہ محل کے مطابق دبانا چاہیے۔ حسن نظر کے لیے ہے اور ہمیں بغیر کسی خوف کے اشیا کے حسن کا جلوہ دیکھنا چاہیے اس میں شرمندگی یا خوف کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ صرف ہمیں شیطانی خیالات پیدا نہیں ہونے دینا چاہیے۔ من کو خواہشات کے چنگل سے آزاد کر کے خدا کی بنائی ہوئی حسین اشیا کو دیکھو۔ اس طرح آسانی سے اور فطری انداز میں حواس کو قابو میں رکھا جاسکے گا اور ان سے لطف اندوز ہوتے ہوئے تمہیں خدا بھی یاد رہے گا۔ اگر خارجی حواس کو قابو میں رکھا جاتا ہے اور من کو اشیا کے پیچھے بھاگنے دیا جاتا ہے اور وہ ان سے جڑا رہا تو مرنے اور جنم لینے کے چکر سے نجات نہیں حاصل کی جاسکتی۔ حواس کی اشیا نقصان دہ اشیا ہیں۔ قوتِ امتیاز کو رہبر بنا کر ہم اپنے من کو قابو میں کر سکیں گے اور حواس کو بھٹکنے نہ دیں گے۔ اس رہبر کی قیادت میں ہم وشنو پد یعنی آخری منزل تک پہنچ سکتے ہیں جو اصلی گھر ہے اور جہاں سے پھر واپسی نہیں ہوتی۔

کے بعد پھر برقعہ ڈال لیا تو ناناصاحب نے اس کے چہرے کی جھلک دیکھ لی۔ وہ اس کے بے مثال حسن سے اتنا متاثر ہوا کہ اس کے دل میں اسے پھر دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ناناصاحب کے دل کی حالت کو جانتے ہوئے بابا خواتین کے جانے کے بعد یوں مخاطب ہوئے "ناناتم خواہ مخواہ کیوں پریشان ہورہے ہو، حواس کو اپنا کام کرنے دو۔ ہمیں ان کے فرائض کی ادائیگی میں مخل نہیں ہونا چاہیے۔ خدا نے یہ خوبصورت دنیا بنائی ہے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کے حسن کی تعریف کریں۔ من آہستہ آہستہ مطمئن ہو جائے گا۔ جب سامنے کا دروازہ کھلا ہوا ہو تو پچھلے دروازہ سے کیوں جایا جائے۔ جب دل پاک و صاف ہو تو پھر کوئی دقت نہیں ہوتی۔ اگر ہمارے دل میں کوئی برے خیالات نہ ہوں تو پھر کسی سے کیوں ڈریں۔ آنکھیں اپنا کام کرتی رہیں ان کے کام کرنے سے تم کیوں شرمندہ ہو اور لڑکھڑاؤ۔"

شاما بھی وہاں موجود تھا۔ وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ بابا کیا فرمارہے ہیں۔ چناں چہ اس نے قیام گاہ کی طرف لوٹتے ہوئے نانا سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ نانا نے اس حسین خاتون کے چہرے کو دیکھ کر اپنے دل پر طاری ہونے والی بے چینی کی حالت کے بارے میں بتایا۔ اور یہ بھی کہ کس طرح بابا نے وہ سب جانتے ہوئے نصیحت کی۔ نانا نے اسے بابا کے مفہوم کو اس طرح سمجھایا "ہمارا دل غیر مستقل، متلون یا تغیر پذیر ہے۔ چناں چہ اسے قابو سے باہر نہیں ہونے دینا چاہیے۔ ہمارے حواس چاہے پریشان یا بہک جانے کی کوشش کریں پر بدن کو قابو میں رکھنا چاہیے اور اسے بے صبر نہیں ہونے دینا چاہیے۔ حواس اشیا کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ لیکن ہمیں ان کی پیروی یا تعاقب نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ ان اشیاء کو پانے کی ہوس ہی کا شکار ہونا چاہیے۔ آہستہ آہستہ بتدریج عمل سے انھیں پوری طرح قابو کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں حواس کے سیلاب میں بہہ نہیں جانا چاہیے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ انھیں پوری طرح سے قابو میں نہیں لایا جاسکتا ہے ہمیں

پہنچا تو بابا نے آپے سے باہر ہو کر چیخ کر کہا "ہمارے فضول ساز و سامان کو ہمارے ساتھ رہنے دو تم اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ خبردار پھر کبھی اس مسجد کی طرف آئے۔ ایک ایسے آدمی کے درشن کیوں کیے جائیں جو اپنی مسجد پر ایک جھنڈا لہراتا ہے۔ کیا یہ صوفی ہونے کی علامت ہے؟۔ یہاں ایک منٹ بھی تم نہ رہو۔" اس اچانک صورت حال سے سوامی کو دھکا لگا۔ وہ سمجھ گیا کہ بابا نے اس کے من کو پڑھ کر یہ سب کچھ کہا تھا۔ وہ کس قدر سب کچھ جانتے تھے۔ وہ جان گیا کہ وہ خود کتنا کم ذہین تھا اور بابا کتنے نیک اور پاک تھے۔ اس نے دیکھا کہ بابا کسی کو گلے لگا رہے تھے کسی کو اپنے ہاتھ سے چھو رہے تھے کسی کو تسلی دے رہے تھے کسی پر رحم کی نظر ڈال رہے تھے۔ کچھ پر ہنس رہے تھے کچھ کو اودی پرساد دے رہے تھے۔ اس طرح ہر ایک کو خوش و مطمئن کرنے میں مصروف تھے۔ میرے ساتھ سختی کیوں کی جا رہی ہے۔ اس پر سنجیدگی سے غور کرنے پر اسے محسوس ہوا کہ بابا کا کردار بالکل اس کے اپنے اندر کے خیالات سے مطابقت رکھتا تھا۔ اور اسے اس سے سبق لیتے ہوئے خود کو بہتر بنانا چاہیے۔ یہ بھی کہ بابا کا غصہ زحمت کے بھیس میں رحمت تھا۔ یہ کہنے کی اب ضرورت نہیں کہ بعد میں بابا پر اس کا یقین مضبوط ہو گیا اور وہ بابا کا ایک زبردست بھگت بن گیا۔

ناناصاحب چندورکر

ہیماڈ پنت اس باب کو ناناصاحب چندورکر کی کہانی پر ختم کرتے ہیں۔ جب ناناصاحب مہالاسپتی کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا تو بیجاپور میں رہنے والا ایک مسلمان اپنے اہل و عیال سمیت بابا کے درشن کرنے کے لیے آیا۔ برقعہ پوش خواتین کو دیکھ کر ناناصاحب نے چاہا کہ وہاں سے چلا جائے لیکن بابا نے انہیں ایسا نہیں کرنے دیا۔ خواتین نے آکر بابا کے درشن کیے۔ جب ایک خاتون نے برقعہ اٹھا کر بابا کے قدموں کو چھوا، اور اس

ہاں برتاؤ کے مختلف اطوار، رہنے سہنے کے مختلف آداب اور خارجی ساز و سامان پائے جاتے ہیں لیکن ان خارجی عناصر کو ہمیں صوفیوں یا سنتوں کی قدر و قیمت متعین کرنے کا پیمانہ نہیں بنانا چاہیے ۔سوم دیو سوامی کا معاملہ قدرے مختلف تھا۔ لہراتے ہوئے جھنڈوں کو دیکھ کر اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ایک سنت یا فقیر کو جھنڈوں سے کیا لگاؤ۔ کیا یہ سنت صوفی کا اعلانیہ ہیں۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ صوفی یا سنت شہرت کے پیچھے بھاگتا ہے۔ یہ سوچتے ہوئے اس نے شرڈی کے اپنے دورے کو مسترد کرتے ہوئے دوسرے ہم سفروں سے واپس جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ انھوں نے اس سے کہا کہ پھر تم اتنے دور تک کیوں چلے آئے۔ اگر تمہارا من جھنڈے دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے تو شرڈی جا کر رتھ پالکی گھوڑا اور دوسرا ساز و سامان دیکھو گے تو تمہارا کیا حال ہوگا"۔ سوامی نے اور بھی پریشان ہوتے ہوئے کہا۔ میں نے کوئی سادھو ایسا نہیں دیکھا ہے جن کے پاس گھوڑے پالکیاں ٹم ٹم ہوں، اس لیے ایسے سادھو کو دیکھنے سے بہتر ہے کہ میں واپس چلا جاؤں۔ یہ کہہ کر وہ واپس جانے کے لیے مڑا۔ اس کے ہم سفروں نے اسے ایسا نہ کرتے ہوئے آگے چلنے کی تلقین کی۔ انھوں نے اسے اپنے شیطانی خیالات سے باز آنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ بابا جھنڈوں یا دوسرے ساز و سامان کی رتی بھر پرواہ نہیں کرتے اور نہ انہیں شہرت کی کچھ پرواہ ہے۔ لوگ ان کے بھگت ہیں جنھوں نے اپنی محبت اور لگن کی وجہ سے یہ سارا ساز و سامان وہاں جمع کر رکھا ہے۔ آخر اسے شرڈی چل کر بابا سے ملنے کے لیے تیار کر لیا گیا۔ جب اس نے شرڈی جا کر احاطے میں بابا کو دیکھا تو اس کا اندرون پگھل گیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس کا گلا رندھ گیا اور اس کے تمام شیطانی خیالات جاتے رہے۔ اسے اپنے گورو کا قول یاد آ گیا کہ یہ ہمارا گھر یا آرام کرنے کی جگہ ہی ہوتی ہے جہاں من بہت خوش اور سحر زدہ ہوتا ہے۔ اس نے چاہا کہ وہ بابا کے قدموں کی خاک میں لوٹے۔ چناں چہ جب وہ بابا کے قریب

بعد جو لوگ ہاتھ دھونے باہر آئے تھے ان سے اس لڑکے نے کہا کہ بابا نے مجھے یہ چھڑی ہاتھ میں لے کر گلی گلی میں "ہری کا بیٹا جری کا پھنیٹا" کی پکار لگانے کے لیے بھیجا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص ان سینڈلوں کو اپنا کہہ کر حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اسے انھیں دینے سے پہلے اس بات کی تصدیق کر لینا کہ اس کا نام ہری ہے اور وہ کانو باکا بیٹا ہے۔ اس کی تسے والی پگڑی کا جہاں تک تعلق ہے وہ ممکن ہے کہ اور لوگوں کے ساتھ بابا نے بھی دیکھی ہو۔ لیکن جہاں تک اس کے نام اور ولدیت کا تعلق ہے وہ بابا کو کس طرح معلوم ہوئی کیوں کہ وہ شرڈی پہلی بار آیا تھا۔ وہ تو وہاں محض بابا کی آزمائش کرنے آیا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس کا وہاں آنے کا مقصد نہ تھا۔ اس واقعے سے اس کو معلوم ہو گیا کہ بابا ایک ست پرش تھے۔ جو وہ چاہتا تھا اسے مل گیا اور وہ خوشی سے گھر واپس لوٹا۔

سوم دیو سوامی

اب ایک دوسرے آدمی کی کہانی سنیئے۔ وہ بھی بابا کی آزمائش کے لیے آیا۔ کاکا صاحب دیکشت کا بھائی جس کو بھائی جی کہتے تھے ناگ پور میں رہتا تھا۔ 1906ء میں جب وہ ہمالیہ کی طرف گیا ہوا تھا تو ان کی جان پہچان اتر کاشی میں ہردوار کے ایک شخص سوم دیو سوامی سے ہوئی۔ دونوں نے اپنی ڈائریوں میں ایک دوسرے کے نام لکھے۔ پانچ سال بعد سوم دیو سوامی ناگپور میں آکر بھائی جی کے مہمان ہوئے۔ وہاں بابا کی کرامت کے بارے میں سن کر ان کے دل میں شرڈی جانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ انھوں نے ایک تعارفی خط بھائی جی سے حاصل کیا۔ اور شرڈی کے لیے روانہ ہو گیا۔ منماڈ اور کوپر گاؤں سے گذر کر اس نے شرڈی تک کے سفر کے لیے ٹانگا لیا۔ شرڈی کے قریب پہنچ کر اس نے مسجد پر دو جھنڈے لہراتے ہوئے دیکھے۔ عام طور پر صوفیوں اور سنتوں کے

ان کی شبیہ کا دھیان کریں اور اپنے دل میں ان کے لیے سچی محبت کو محسوس کریں اور انہی کے لیے سارے کام کریں سنسار کی جکڑ بندیوں کو ختم کرنے کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ اگر ہم اوپر بیان کیے گئے اپنے فرائض کو پورا کریں تو سائی ضرور ہماری مدد کرتے ہوئے ہمیں آزاد کریں گے۔ اب ہم اس باب کی کہانیوں کی طرف لوٹتے ہیں۔

ہری کانوبا

بمبئی کا ایک شخص تھا جس کا نام ہری کانوبا تھا۔ اسنے اپنے دوستوں سے بابا کی کرامات کے بارے میں سنا۔ شکی فطرت ہونے کی وجہ سے اسے ان پر یقین نہ آیا۔ اس نے سائی بابا کو آزمانا چاہا اور اس آزمائش کے لیے اس نے شرڈی کے سفر کا ارادہ کیا۔

چناں چہ وہ بمبئی سے اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ شرڈی آیا۔ وہ سر پر ایک تسمہ دار بارڈر والی پگڑی پہنے، پاؤں میں سینڈل پہنے ہوئے تھے۔ ایک فاصلے سے بابا کو دیکھ کر اس نے چاہا کہ وہ بابا کے پاس جاکر انھیں سلام کرے۔ اسے یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ اپنی نئی سینڈل کا کیا کرے۔ باہر ایک کونے میں جاکر انھیں وہاں رکھ دیا۔ اور خود مسجد میں جاکر بابا کے درشن کیے۔ اس نے بڑے ادب سے بابا کے سامنے سر جھکایا پرشاد حاصل کیا اور لوٹ آیا۔ جب وہ کونے میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ سینڈل غائب تھے۔ انہیں بہت تلاش کیا لیکن سب بے کار ثابت ہوا۔ چناں چہ بڑی مایوس کن حالت میں اپنی قیام گاہ پر لوٹ آیا۔

نہانے اور پوجا کر کے نوید لینے کے بعد وہ کھانا کھانے بیٹھ گیا لیکن اس سب کے دوران وہ صرف سینڈل کے بارے میں سوچتا رہا۔ کھانا ختم کرنے کے بعد ہاتھ دھونے کے لیے باہر نکلا تو اس نے ایک مراٹھا لڑکے کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس پر اس نے سینڈل کی جوڑی لٹکا رکھی تھی۔ کھانا کھانے کے

اکتالیسواں باب

[(1) ہری کانوبا(2) سوم دیو سوامی
(3) نانا صاحب(4) چندورکر کی کہانیاں]

ابتدائیہ

جب وید اور پران بھی برہم اور ست گورو کی پوری طرح حمد و ثنا نہیں کر سکتے تو پھر ہم جو بے علم ہیں کس طرح ست گورو شری سائی بابا کو بیان کر سکتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اس معاملے میں ہمارا خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ حقیقت میں خاموش رہنے کی قسم کی پابندی کرنا ہی گورو کی حمد و ثنا کا بہترین طریقہ ہے۔ لیکن سائی بابا کی صفات ہمیں اپنے عہد کو بھول کر اپنا منہ کھولنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ اچھا ذائقہ رکھنے والی چیزیں بھی ہمیں پھیکی لگتی ہیں، جب کوئی دوست یا رشتہ دار ہمارے ساتھ مل کر کھانے میں شریک ہوتے ہیں تو کھانے کا ذائقہ بے حد بڑھ جاتا ہے۔ یہی حال سائی لیلا امرت کا ہے جو سائی کی کرامات کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ امرت ہم اکیلے نہیں پی سکتے۔ جس قدر زیادہ دوست اور بھائی اس میں شریک ہوں زیادہ بہتر ہے۔

ان کہانیوں کو تحقیق کر کے لکھنے کی تحریک بھی سائی بابا سے ہی ملتی ہے۔ وہ جس طرح سے چاہیں انھیں لکھواتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم پوری طرح خود کو ان کے لیے وقف کر دیں۔ اور انھیں کے بارے میں سوچیں۔ پرائسچشت یا تلافی کرنا، یاترا، قربانی، قسم اور سخاوت سے کہیں بہتر ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم سائی بابا کا نام منہ سے ادا کریں یا اس کا جاپ کریں ان کے اقوال کے بارے میں اپنے دل میں سوچیں۔